کلام نبویؐ کی کرنیں

مولانا عبدالمالک

حضرت عبداللہ بن ربیعہ مخزومیؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے جنگ حنین کے موقع پر ۳۰ یا ۴۰ ہزار درہم ادھار لیے تھے۔ جب آپؐ واپس تشریف لائے تو ادائیگی کر دی اور فرمایا: اللہ تعالیٰ تمھارے گھر اور مال میں برکت عطا فرمائے۔ ادھار کا بدلہ' وعدہ کے مطابق پوری ادائیگی اور شکرگزاری ہے (الفتح الربانی' باب ماجاء فی حسن القضاء کتاب البیوع)۔

اسلام ایک دوسرے کے ساتھ احسان کی تلقین کرتا ہے۔ قرض کا لین دین احسان کی ایک شکل ہے۔ قرض دینے والے کے لیے احسان کا ثواب بھی ہے اور مقروض کی طرف سے بروقت پوری پوری ادائیگی کے علاوہ شکر گزاری کا صلہ بھی۔ جو لوگ قرض لے کر استطاعت کے باوجود بروقت ادا نہیں کرتے یا پوری پوری ادائیگی نہیں کرتے' قرض دینے والے کو تنگ کرتے ہیں بلکہ بعض اوقات ایسے حالات پیدا کر دیتے ہیں کہ تعلقات خراب ہو جائیں وہ محسن کے احسان کی ناقدری کرنے کے علاوہ احسان کے دروازے کو بند کر دینے اور معاشرے کو خود غرض بنانے کے ذمہ دار ہیں۔

سود اور جوئے کا نظام بھی احسان کی راہ میں بہت بڑی رکاوٹ ہے۔ سود خوری اور جوئے بازی لوگوں میں دولت سمیٹنے کی ایسی حرص پیدا کرتے ہیں کہ وہ کسی کو کچھ دینے کے بجائے لوٹنے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں۔

O

حضرت ابو عمران جونیؒ سے روایت ہے کہ مجھے ایک صحابی نے بیان کیا کہ ہم ایران میں جنگ کے لیے جا رہے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ہمیں ہدایات دیتے ہوئے) فرمایا: جو کسی ایسے گھر کی چھت پر رات گزارے جس پر چار دیواری نہیں ہے اور گر کر مر جائے تو اللہ اس کی حفاظت سے بری الذمہ ہے۔ اور جو سمندر میں سفر کرے جب اس میں طغیانی ہو اور ڈوب کر مر جائے تو اس کی حفاظت سے بھی اللہ تعالیٰ بری الذمہ ہے (الفتح الربانی باب وجوب المحافظة علی النفس' کتاب القتل والجنایات)۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہر انسان اس بات کا مکلف ہے کہ وہ اپنی جان کی حفاظت کرے۔ حفاظتی اور احتیاطی تدابیر اختیار کرنا شرعی حکم ہے۔ ان تدابیر میں یہ بات بھی شامل ہے کہ ایسی چھت پر نہ سوئے جس پر چار دیواری

نہیں۔ دریا میں طوفان آیا ہوا ہو تو سمندر میں کشتی یا جہاز نہ چلایا جائے، موسم ٹھیک نہ ہو تو طیارہ نہ اڑایا جائے، سڑک پر سفر ہو تو گاڑی کی رفتار اتنی رکھی جائے جس سے تصادم اور حادثے کو روکا جا سکے۔ کھانے پینے اور علاج معالجے کے سلسلے میں اطبا کی ہدایات پر عمل کیا جائے۔ کسی لڑائی جھگڑے کی بنیاد رکھنا، دوسروں کو گالی دینا، برا بھلا کہنا، ان کے مذہبی اور قومی و ملی جذبات کو مجروح کرنا، ان پر ہاتھ اٹھانا، ان کی تذلیل و تحقیر کرنا جس کے نتیجے میں تصادم برپا ہو، اپنی جان کو نقصان پہنچانے اور تلف کرنے کے اسباب ہیں۔ اس لیے یہ ساری چیزیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مذکورہ ہدایت کی خلاف ورزی ہیں۔ فرقہ واریت پھیلانا جس کے نتیجے میں قتل و غارت گری ہو وہ بھی اس ہدایت کی رو سے ناجائز ہے۔

O

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک دیوار کے پاس سے گزرے جو جھکی ہوئی تھی (اس کے گرنے کا خطرہ تھا) تو آپؐ اس کے پاس سے تیزی سے چل کر نکل گئے۔ آپؐ سے کہا گیا کہ آپؐ نے اتنی جلدی کیوں کی؟ اس پر آپؐ نے فرمایا: میں اچانک موت کو ناپسند کرتا ہوں (الفتح الربانی، باب وجوب المحافظة على النفس، کتاب القتل والجنایات)۔

نبی کریمؐ نے زندگی کے ہر شعبے میں جو عملی نمونہ پیش کیا ہے اس کی ایک مثال جان کی حفاظت کے باب میں مذکورہ واقعہ ہے۔ آج کل لوگ بے احتیاطی کو جرأت سمجھتے ہیں۔ کئی لوگ انتہائی تیز ڈرائیونگ کرتے ہیں اور اس کو بہادری سمجھتے ہیں۔ حالانکہ یہ بہادری نہیں بلکہ اپنے ساتھ زیادتی اور جان کی حفاظت کے فرض میں کوتاہی برتنا ہے۔ اگر بے احتیاطی کے نتیجے میں انسان ہلاک ہو گیا تو وہ اپنی جان کی ہلاکت کا خود ذمہ دار ہو گا۔ جان کی حفاظت میں جو چیز خلل ڈالے، اسلام نے اسے منع کیا ہے۔ انسانی جان کا شریعت میں بہت زیادہ احترام ہے۔

آج کل خود کشیوں کا جو سلسلہ شروع ہو گیا ہے اس میں ذرائع ابلاغ، ریڈیو، ٹی وی اور اخبارات کا بھی دخل ہے۔ یہ ادارے خود کشیوں کی تشہیر کرتے ہیں جس کے نتیجے میں دوسرے لوگوں کو بھی حالات سے مایوس ہو کر خودکشی کی شہہ ملتی ہے۔ اس طرح کے ادارے خود کشیوں کے گناہ میں شریک ہوں گے۔ اخبارات اور دیگر ذرائع ابلاغ کو ان واقعات کی تشہیر میں احتیاط کرنا چاہیے۔ اسی طرح قتل و غارت گری کے واقعات کی تشہیر سے بھی مجرموں کے حوصلے بلند ہوتے ہیں اور ان کو پڑھ کر اور سن کر لوگوں کو قتل و غارت گری اور ڈاکہ زنی کی ترغیب ملتی ہے۔

O

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے (اور مکہ سے مسلمان بھی ہجرت کر کے مدینہ آگئے تو انصار نے انھیں اپنے ہاں جگہ دی، ان کے نان و نفقہ کا انتظام کیا) تو مہاجرین رسولؐ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یارسولؐ اللہ! ہم نے انصار کے مال دار لوگوں سے زیادہ خرچ کرنے والا اور غریب لوگوں سے زیادہ ہمدردی کرنے والا کسی کو نہیں پایا۔ ہم ان کے ہاں آئے تو انھوں نے ہمارے اخراجات اپنے ذمے لے لیے۔ کام خود کرتے ہیں اور مال میں ہمیں شریک

کرتے ہیں۔ ہمیں ڈر پیدا ہو گیا ہے کہ سارا اجر یہی لے جائیں گے۔ یہ سن کر آپؐ نے فرمایا: نہیں! جب تک تم انھیں دعائیں دیتے رہو گے اور ان کی قدر دانی کرتے رہو گے، اس وقت تک تم کو بھی اجر ملے گا (ترمذی، ج ۲، ابواب صفة القیامة)۔

ایمان انسانوں کے درمیان کیسی اخوت اور محبت پیدا کرتا ہے، اس کا نمونہ اس حدیث سے سامنے آتا ہے۔ یہ اخوت و محبت کا بہترین نمونہ ہے۔ انصار کا یہ جذبہ کہ کام وہ کریں لیکن پیداوار میں مہاجرین کو بھی حصہ دیں اور مہاجرین کو اس بات کی فکر کہ اس طرح تو ہم آخرت کے اجر سے محروم ہو جائیں گے۔ مہاجرین میں کام میں شرکت کا جذبہ، بھائیوں کے بوجھ میں ہاتھ بٹانے کا ولولہ جوش مار رہا ہے، جس کی وجہ سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کو اپنے بھائیوں کے لیے دعائیں کرنے، ان کا شکریہ ادا کرنے اور ان کی قدر افزائی کرنے کی تلقین کرتے ہیں۔ دوسری روایات میں یہ بھی آتا ہے کہ مہاجرین نے کام میں ہاتھ بٹانے کی بات بھی اپنے انصار بھائیوں سے منوا لی۔

دوسروں کے ساتھ کام میں ہاتھ بٹائے بغیر نان و نفقہ حاصل کرنا خود داری کے بھی منافی ہے لیکن صحابہ کرام کو اپنی خود داری کے مقابلے میں آخرت زیادہ عزیز تھی۔ اس لیے انھوں نے خودداری کی بنیاد پر آپؐ کے سامنے مسئلہ نہیں رکھا بلکہ اخروی اجر سے محروم ہو جانے کے خطرے کی بنیاد پر گزارشات کیں۔

احسان شناسی انسانی فطرت کا تقاضا ہے، اسلام نے اس پر خصوصی توجہ دی ہے۔ مہاجرین میں اس جذبے کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایسے موقع پر ابھارا کہ ساری عمر انھیں یاد رہا۔

O

حضرت عبداللہؓ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم سے پہلے زمانے کے لوگوں میں سے ایک آدمی اپنے لباس میں اتراتا ہوا نکلا تھا تو اللہ تعالیٰ نے زمین کو حکم دیا کہ اسے پکڑ لو، زمین نے اسے پکڑ لیا۔ چنانچہ وہ قیامت تک زمین میں دھنستا رہے گا (ترمذی، ابواب صفة القیامة)۔

جب ایک آدمی یا گروہ تکبر میں ساری حدود پھاند جاتا ہے، وہ کروفر کے متکبرانہ مظاہرے کرتا ہے، اپنی قوت اور طاقت کے نشے میں اللہ کے مدمقابل میں آکر کھڑا ہو جاتا ہے، خلق خدا کو ہیچ سمجھنے لگتا ہے، اہل ایمان کی تحقیر و تذلیل کو اپنا مشن بنا لیتا ہے، اپنے آپ کو سپریم سمجھنے لگتا ہے، انا ولا غیری کا نعرہ لگاتا ہے، دنیا کو اپنے تابع فرمان سمجھنے لگتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اسے سارے سازوسامان کے ساتھ پکڑ لیتا ہے۔ وہ اپنی زمین کو اسے گرفتار کرنے کا حکم دے دیتا ہے تو پھر زمین اسے پکڑ لیتی ہے اور اس کا سارا لشکر اس کی مدد سے عاجز آ جاتا ہے۔ پہلے کی طرح آج کے متکبرین کے لیے بھی اللہ تعالیٰ کی یہ سنت قائم ہے۔ اہل ایمان کے لیے ان متکبرین کے مقابلے میں اللہ کی مدد کافی ہے: فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ ج وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝ (البقرہ ۲:۱۳۷) تمھیں ان کے شر سے بچانے کے لیے اللہ کافی ہے۔ وہی سننے والا اور جاننے والا ہے۔۔۔۔ یہی وجہ ہے کہ کفر کس قدر بھی طاقت ور کیوں نہ ہو جائے اہل

ایمان ان سے خوف زدہ ہونے کے بجائے حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ ○ (ال عمرٰن ۳:۱۷۳) اللہ ہمیں کافی ہے اور بہترین کارساز ہے... کے ورد کو اپنا وظیفہ بناتے ہیں اور ان کے مقابلے میں سینہ سپر ہو جاتے ہیں۔

○

حضرت عمروؓ بن شعیب اپنے والد سے، وہ اپنے دادا سے بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے روز متکبرین کا حشر ایسے انسانوں کی شکل میں کیا جائے گا جو چھوٹی چھوٹی سرخ چیونٹیوں کی مانند ہوں گے (ذلیل و خوار ہوں گے، لوگ انھیں اپنے پاؤں تلے روندیں گے)، ان پر ہر طرف سے ذلت چھا جائے گی، ان کو جہنم میں، اس قید خانے کی طرف لے جایا جائے گا جس کا نام "بولس" ہے۔ ان کو آگوں کی آگ گھیرے میں لے گی، ان کو پانی کی جگہ جہنمیوں کی پیپ پلائی جائے گی (ترمذی، ابواب صفۃ القیامۃ)۔

اس حدیث میں متکبرین سے وہ لوگ مراد ہیں جو دنیا میں اپنے بڑائی کے نشے میں مبتلا ہو کر اسلام اور مسلمانوں کو کچلنے میں منہمک رہے۔ حشر میں ان کی تذلیل کا نقشہ اس حدیث میں کھینچا گیا ہے۔ وہ ان کے تکبر کی بہت خفیف سزا ہوگی۔

○

حضرت سعدؓ ابن ابی وقاصؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ آزمائش کن لوگوں پر زیادہ آتی ہے؟ آپ نے فرمایا: انبیا پر۔ پھر درجہ بدرجہ دوسرے لوگوں پر۔ آدمی کو اس کے دین کے لحاظ سے آزمایا جاتا ہے۔ اگر اس کی حالت مضبوط ہو تو اس کی آزمائش زیادہ ہوتی ہے۔ اگر اس کے دین میں کمزوری ہو تو اس پر نرمی کی جاتی ہے۔ اسی اصول پر اسے آزمایا جاتا ہے یہاں تک کہ زمین پر اس طرح چلتا ہے کہ اس پر کوئی گناہ نہیں ہوتا (مشکوٰۃ شریف، بحوالہ ترمذی، ابن ماجہ، دارمی)۔

اہل ایمان کی آزمائش اس امر میں ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے فیصلوں اور احکام و قوانین پر راضی ہو سکتے ہیں کس مرتبے پر فائز ہیں۔ یہ آزمایشیں مرتبے کو بھی ظاہر کرتی ہیں اور کفارہ سیئات بن کر درجات کو بھی بلند کرتی ہیں۔

آزمایشیں دو طرح کی ہوتی ہیں۔ ایک وہ جن میں انسان کے ارادہ و عمل کو دخل نہیں ہوتا، جیسے فقر و فاقہ، بیماری، مال اور اولاد وغیرہ کے سلسلے میں آفات سماوی۔ دوسری وہ جو کسی مومن کو ایمان و دعوت کی راہ میں کفار و فساق کی طرف سے پیش آتی ہیں۔ ان دونوں قسم کی آزمائش میں اللہ کے فیصلوں پر راضی رہنا اور کفار اور ظالم و جابر حکمرانوں کی طرف سے مصائب و مشکلات کا سامنا کرتے ہوئے آگے بڑھنا ہی کامیابی ہے۔ مومن کی نظر آخرت پر ہوتی ہے۔ دنیا کی یہ تکلیفیں، اخروی راحتوں میں تبدیل ہو جائیں گی۔ کفر و فسق کے ساتھ سمجھوتے کے عیش و راحت حاصل کرنا، درحقیقت ذلت و رسوائی ہے، اور ایمان کے ساتھ تکلیف اٹھانا حقیقی عزت و شان ہے۔ راہ حق میں مصائب برداشت کرنا، انبیائے کرام کا اسوہ ہے۔